سجدہ

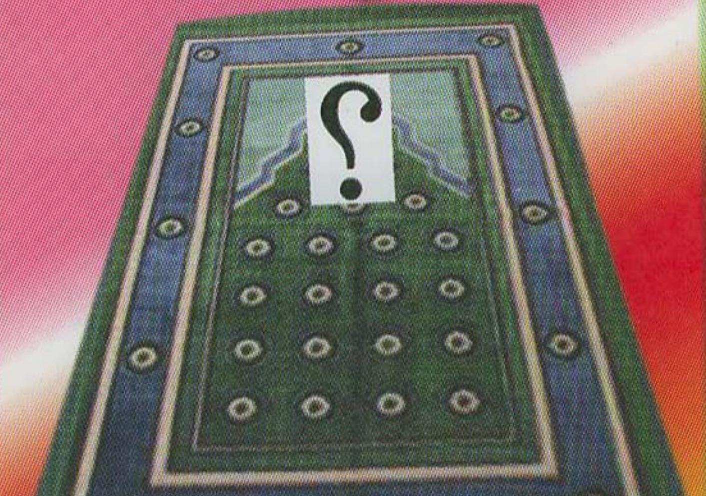

سید العلماء سید علی نقی النقوی اعلی اللہ مقامہ

سرکار سید العلماء آیت اللہ

الحاج علامہ سید علی نقی النقوی اعلی اللہ مقامہ

سجدہ

(معراجِ نماز)

کن چیزوں پر درست ہے

مرتبہ: سید انیس عباس رضوی

☆

☆ ☆

مقالہ : سجدہ کن چیزوں پر درست ہے

تألیف : سرکار سید العلماء آیت اللہ

علامہ سید علی نقی النقوی اعلی اللہ مقامہ

تعاون : جناب سید قائم مہدی صاحب

کمپوزنگ : بہ شکریہ کنیز فاطمہ صاحبہ

طبع اول : جمادی الاول ۱۴۲۲ھ

: اگست ۲۰۰۱ء

تعداد : ۱۰۰۰

قیمت : ۲۰ روپیہ

☆ ☆

ملنے کا پتہ : عابد ٹاؤن، بلاک ۲،

گلشن اقبال، کراچی۔

فون ۳۱۹ ۷۹ ۴۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(از جناب سید تسنیم زیدی، نیوجرسی، امریکہ)

نگاہ قرآن میں عبادت مقصد تخلیق جن وانس، عبادت کی معراج نماز اور تکمیل نماز سجدہ ہے۔ یہ سجدہ ہی تو ہے جو اطاعت پروردگار کا مظہر ہے اور اگر حقیقی معنوں میں ادا ہو جائے تو عبد کیلئے توحید خدا میں مخلص ہونے کا ثبوت بھی ہے۔

سجدہ ہی وہ شئے ہے جو مخلوقات میں معصوم اور ملعون میں امتیاز قائم کرتا ہے۔ جس نے سجدہ کو قبول کر کے سر تسلیم خم کر دیا اس نے اظہار اطاعت کیا اور جس نے سجدہ کو اپنی خواہش کے تحت رد کر دیا واجب اللعن قرار پایا۔

عظمت سجدہ کو سمجھنے کیلئے دو امور کا جاننا ضروری ہے: اولاً تو یہ کہ سجدہ کو ادا کرنے والا کون ہے، ثانیاً یہ کہ سجدہ کس مقام پر کیا جا رہا ہے۔ عرش الٰہی پر کیا جانے والا سجدہ، بیت معمور میں کئے جانے والے سجدے، خانۂ خدا میں کیا جانا والا سجدہ اور ایک عام مقام پر کئے جانے والے سجدے کبھی یکساں عظمت کے حامل نہیں ہو سکتے، لہٰذا سجدے میں بلندی اور عظمت کا دوسرا سبب سجدہ کا مقام ہے۔ مختصر یہ کہ عظمت سجدہ کا باطنی سبب منزلت سجدہ گزار ہے جبکہ ظاہری طور پر مقام سجدہ باعث کمال قرار پاتا ہے۔

چونکہ مذہب اسلام اپنی شریعت میں ظواہر کو حجت قرار دیتا ہے اس لئے اس بارے میں کہ سجدہ کس مقام پر کیا جائے کہ اس کی فضیلت و منزلت بڑھ جائے، مستقل نصوص وارد ہوئی ہیں۔ غرض مقصد یہ کہ سجدہ کس جگہ پر کرنے کو ترجیح دی جائے یہ کوئی اجتہادی مسئلہ نہیں ہے جس

میں مختلف آراء و نظریات کی گنجائش ہو بلکہ یہ متواتر احادیث کے ذریعہ سنت رسول اکرمؐ سے ثابت ہے۔

تمام مسلمانوں کے پاس رسول اکرمؐ کی یہ متفقہ حدیث، صَلّوا کما رَأیتمونی اُصلّی نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو، موجود ہے۔ اختلاف کی وجہ صرف سیاسی ہے۔ صدر اول میں اجزائے زمین پر سجدہ ہوتا رہا اور ہاتھ کھول کر نماز پڑھی جاتی رہی اور اہل مدینہ اس پر سختی سے عمل پیرا رہے۔ لیکن ۱۳۲ھ میں جب بنی عباس جو عجمی درباری ثقافت کے دلدادہ تھے اقتدار پر قابض ہوئے اور عہدۂ قضا فقہاء اوران کے شاگردوں میں تقسیم ہونے لگا تو فقہ اسلامی اس درباری فقہ کے تابع ہوتی گئی اور نہ صرف ہر قسم کے فرش پر سجدہ ہونے لگا بلکہ ہاتھ بھی بندھ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ جو مسلم علاقے عباسیوں کی دستبرد سے آزاد رہے وہاں آج بھی نماز ہاتھ کھول کر پڑھی جارہی ہے اور سجدہ فرش زمین پر ہو رہا ہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو پتے بطور سجدہ گاہ استعمال ہوتے ہیں۔ مراکش، تیونس، لیبیا، نائجیریا، الجیریا، ماریطانیہ، گھانا، آئیوری کوسٹ وغیرہ ایسے ممالک ہیں جہاں مسلمانوں کی کثیر تعداد آباد ہے۔ یہاں خلافت عباسیہ قائم نہ ہو سکی اور وہ صدر اول کے طریقۂ نماز پر ہی عامل ہیں۔ یہاں جائے نماز عموماً عمودی کی بجائے افقی طرز پر بچھائی جاتی ہے اور دو صفوں کے درمیان اتنی جگہ خالی رہتی ہے کہ سجدہ فرش زمین پر ہی ہو۔ ان ممالک میں اگر کوئی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے اور قالین پر سجدہ کرے تو اسے حیرت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

اس کتاب کی اشاعت اس لئے بھی ضروری تھی کہ مغربی ممالک میں آباد شیعہ حضرات اکثر عامتہ المسلمین کی مساجد میں نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ عمل اتحاد بین المسلمین کی خاطر بذاتہٖ بہت مستحسن ہے لیکن چونکہ ان مساجد میں سجدہ گاہ کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا اس لئے ان کیلئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی شئے اپنے ساتھ رکھیں جس پر سجدہ درست ہو تا کہ ان کی نمازیں ضائع نہ ہوں۔ اس

کے علاوہ ہمارے اہل سنت بھائیوں کو بھی چاہئے کہ اتباع سنت کی خاطر تحقیق کے میدان سے گذریں اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں کا طریقہ اپنالیں تو سارا عالم اسلام نماز کی حد تک یکساں نظر آئیگا اور یہ فرقہ پرستی کے بت پر ایک ضرب کاری ہوگی۔

آیت اللہ سید علی نقوی النقوی قدس سرہ شریف برصغیر کے عظیم فقیہ ومحقق تھے۔ان کے قلمِ اعجاز رقم نے بے شمار تصنیفات وتالیفات کی صورت میں جولانیاں دکھائی ہیں۔زیر نظر کتاب درحقیقت خاک پر سجدہ کرنے کی ناقابل تردید سنت پیمبر اعظمؐ کے بارے میں تحقیق ہے۔کتاب کی خوبی یہ ہے کہ موضوع کے فقہی ہونے کے باوجود اسے متکلمانہ طریقہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ خدا محترم سید قائم مہدی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس قیمتی مقالے کی اشاعت ثانی کا اہتمام کیا۔

تسنیم زیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(از حجتہ الاسلام والمسلمین حاج سید حسین مرتضیٰ مدظلہ العالی)

اللہ تعالیٰ کی نہ ختم ہونے والی حمد وثناء اور اس کے خلیل ابراہیمؑ نیز محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کی آلؑ پر مسلسل درود وسلام کے بعد:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور نہ جانے کیوں اس نے بار بار یہ کہا ہے کہ میں نے تمام چیزوں کو پانی سے زندگی عطا کی ہے لیکن مٹی کو اس نے اپنی بارگاہ میں ایک خاص منزلت و تقرب عطا کیا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں مٹی کا ذکر آیا ہے بڑے آب و تاب سے آیا ہے۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے مٹی سے انسان خلق کرنے کا ذکر کیا تو بڑے فخر سے کہا

فتبارکَ اللہُ احسنَ الخالقین

کتنا بابرکت ہے وہ اللہ جو خلق کرنے والوں میں سب سے اچھا خالق ہے۔

حالانکہ اس کے علاوہ خلق کرنے والا ہے ہی کون؟ دراصل یہاں اس کی مراد یہ نہیں ہے کہ وہ خلق کرنے والوں سے اپنا مقابلہ کرے، بلکہ اس جملہ میں یہ لذت اور گہرائی ہے کہ وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ اب تک تخلیق کے سلسلہ میں اس نے جس کمال قدرت، ندرت اور اپج کا اظہار فرمایا ہے اس میں اپنی یہ قدرت و ندرت و اپج اسے سب سے زیادہ پسند ہے۔

اس لئے اس کو اپنی اس تخلیق پر بھی اتنا پیار آیا کہ اس وقت تک کی تمام مخلوقات کے سرداروں یعنی فرشتوں کو اسے ادب، پیار، اور اطاعت کا سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

تاریخ تخلیق و عبودیت میں سب سے پہلے اسی سجدہ کا ذکر ملتا ہے اور یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ اس سے پہلے فرشتے اور دوسری مخلوق فقط تسبیح و تقدیس ہی کرتی تھیں، جب ہی تو فرشتوں نے سجدہ کے حکم کے جواب میں یہ نہیں عرض کی کہ ہم تجھے سجدہ کرتے ہیں اسے کیسے سجدہ کریں؟ بلکہ یہ عرض کی کہ ہم تیری تسبیح وتقدیس کرتے ہیں اور یہ فساد پھیلانے والا ہے۔

بہر حال اس مختصر تمہید سے اس نکتہ کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ سجدہ اور مٹی کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ یہ تعلق ابدی اور سرمدی ہے، یعنی سجدہ کی تخلیق مٹی کی تخلیق کے ساتھ ساتھ ہے۔ مٹی کو انسان کے پیکر میں شمولیت کے سبب یہ اعزاز ملا کہ اس پر نہ صرف یہ کہ فرشتہ سجدہ کریں بلکہ فرشتوں سے بلند انسان خود بھی جب اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو تو اس مٹی پر اپنی پیشانی رگڑے جو اس کے جسم و جان کا جزو ہے۔

مرحوم آیت اللہ علامہ سید علی نقی النقوی قدس اللہ سرہٗ نے سجدہ اور مٹی کے اس ابدی اور سرمدی تعلق کو احادیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، سیرت و کردار اہلبیت ؑ عصمت و طہارت علیہم السلام، سیرت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم، سلف صالحین و علماء اسلام کی سنت و تحقیق کے حوالوں سے بڑی خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے۔ علامہؒ مرحوم کی اس کتاب مستطاب کو بجا طور پر محترم و مکرم جناب سید قائم مہدی صاحب مسلمانان پاکستان اور دانشوران عصر حاضر کے حضور اس جذبہ کے ساتھ نذر کر رہے ہیں کہ وہ اس کے مطالعہ سے فکر و عمل کے نئے افقوں تک رسائی حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے سجدوں میں مزید خلوص اور رچاؤ پیدا کر کے اس کے ان مخلص بندوں میں شامل ہو جائیں جن پر شیطان کی گرفت ممکن نہیں ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے مرحومین کی مغفرت فرما کر ان کے درجات کو بلند فرمائے، نیز ہم زندوں کو زندہ دلی عطا فرما کر ہماری لغزشوں کو معاف کرے اور ہمیں اپنے احکام کو سمجھ کر دل کی گہرائی اور خلوص کے ساتھ اپنی اطاعت اور خدمت خلق کی توفیقات سے نوازے۔

آمین

سید حسین مرتضیٰ

۱۸ جمادی الاول ۱۴۲۲ھ

بمطابق ۹ اگست ۲۰۰۱ء

سرکار سید العلماء آیت اللہ

الحاج علامہ سید علی نقی النقوی اعلی اللہ مقامہ

سجدہ

(معراج نماز)

کن چیزوں پر درست ہے

حکمِ سجدہ فقہ جعفری میں

پہلے فقہ اسلام میں تعلیمات اہل بیت کرام علیہم السلام کی رو سے جو سجدہ کا حکم ہے اس کی تشریح کی جاتی ہے۔ پھر دیکھا جائے گا کہ احادیثِ اہلسنت سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے یا نہیں۔

معلوم ہونا چاہئے کہ فقہ جعفری میں سجدہ کے لیے حکم یہ ہے کہ سجدہ زمین کے کسی جُز پر ہونا چاہئے یا ایسی شے پر جو زمین سے روئیدہ ہوتی ہے بشرطیکہ وہ کھانے یا پہننے میں صرف نہ ہوتی ہو۔ پتّے پر سجدہ کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ خاک اور لکڑی موجود نہ ہو بلکہ اگر وہ موجود بھی ہو تب بھی پتے پر سجدہ جائز ہے مگر ہاتھ کی ہتھیلی پر کبھی بالاختیار سجدہ جائز نہیں ہے بلکہ صرف اضطراری شکل میں پشتِ دست پر سجدہ کا حکم ہے۔ نیز کاغذ (سادہ) پر سجدہ درست ہے۔ اس کے علاوہ کسی شئے پر سجدہ درست نہیں ہوسکتا۔

اسی بنا پر وہ پتھر جو سطحِ زمین کا جُز ہوتے ہیں ان پر سجدہ درست ہے لیکن زمین کے اندر جو پتھر پیدا ہوتے ہیں یعنی معدنیات میں داخل ہیں ان پر سجدہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کی نوعیت تبدیل ہوگئی ہے اور اب وہ زمین کے جُز کی حیثیت نہیں رکھتے۔ فرش اگر چٹائی کا ہو تو اس پر سجدہ درست ہے کیونکہ وہ زمین کے نباتات سے بنا ہوتا ہے لیکن قالین یا دری وغیرہ پر سجدہ درست نہیں

اس لئے کہ وہ اون یا سوت وغیرہ ایسی چیزوں سے بنا ہوتا ہے جو زمین اور نباتاتِ زمین کے دائرہ سے خارج ہیں۔

اب اس موضوع پر تفصیلی روشنی ڈالی جاتی ہے جو ہر طالبِ تحقیق کے لیے نشانِ منزل بن سکتی ہے۔

سجدہ گاہ کی ضرورت اور اس کی نوعیت

انسان اگر صحرا میں ہے، فرشِ زمین اللہ کا پیدا کیا ہوا سامنے موجود ہے جو طاہر بھی ہے تو اسے علیحدہ سے کسی سجدہ گاہ کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن چونکہ شہری زندگی میں آدمی اکثر کمرے وغیرہ میں ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں فرش بچھا ہوا ہوتا ہے اس لیے آسانی کے لیے مٹی کی ایک ٹکیہ سی بنا کر ساتھ رکھی جاتی ہے کہ کسی بھی مقام پر نماز پڑھتے وقت اسے سامنے رکھ لے اور اس پر سجدہ ہو جائے۔ شیعوں کی مسجدوں میں لکڑی کی سجدہ گاہیں نظر آئیں گی۔ کبھی پنکھا سامنے رکھ کر سجدہ کر لیا جاتا ہے۔ کبھی درخت سے پتا توڑ کر اس پر سجدہ کر لیتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ سجدہ گاہ کا سامنے رکھنا (معاذ اللہ) اس کی پرستش کے خیال سے نہیں ہے بلکہ اس شرط شرعی کے حصول کی خاطر ہے جس کے بغیر سجدہ کرنا درست نہ ہوگا۔ یہی وہ ہے جس کے ساتھ احادیث معصومین بھی ناطق ہیں اور علمائے امامیہ بھی اس پر متفق ہیں۔

احادیثِ معصومین علیہم السلام

(۱)

قال ابوعبداللہ لا تسجد الاّ علی الارض اوما انبتت الارض الاّ علی القطن والکتان۔

''امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ سجدہ کرو صرف زمین پر یا اس شئے پر جو زمین سے روئیدہ ہوتی ہے۔ سوائے روئی اور کتان کے'' (چونکہ یہ دونوں چیزیں لباس میں

استعمال ہوتی ہیں)۔

اس حدیث کو ثقۃ الاسلام کلینیؒ نے فروعِ کافی ' کتاب الصلوٰۃ باب ما یسجد علیہ وما یکرہ (مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۳۰۲ھ ،۱۹۰۵ء) میں اور شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسیؒ نے الاستبصار باب السجود علی القطن والکتان (مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ' ج ۱ ص ۱۹۸) میں درج کیا ہے۔

(۲)

''زرارہ کی روایت امام محمد باقرؑ سے ہے کہ میں نے آپ سے کہا کہ کیا تارکول پر سجدہ ہوسکتا ہے؟ حضرت نے فرمایا' نہیں اور نہ لباس پر خواہ سوتی ہو اور خواہ اونی اور نہ ذی حیات کے کسی جز پر اور نہ کھانے کی چیز پر اور نہ زمین کے پھلوں میں سے کسی پر اور نہ کسی قسم کے کپڑے پر۔''

یہ حدیث بھی مذکورہ بالا دونوں ماخذوں میں ہے (فروعِ کافی ص ۱۹۵' استبصار ج ۱ ص ۱۹۸)

(۳)

فضیل بن یسار اور برید بن معاویہ کی روایت ہے (امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ) دونوں میں سے کسی ایک سے کہ آپ نے فرمایا' مصلیٰ جو بالوں کا یا اون کا ہو اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ سجدہ زمین پر کرے' ہاں اگر مصلیٰ ایسی شئے کا ہے جو نباتات میں داخل ہے تو اس پر کھڑا ہونا بھی درست ہے اور سجدہ کرنا بھی۔''

اسے بھی کلینی اور شیخ الطائفہ دونوں ہی نے درج کیا ہے (فروعِ کافی ص ۱۹۵ وراستبصار ج ۱ ص ۱۷ باب السجود علیٰ شی لیس علیہ سائر البدن)

(۴)

''حماد بن عثمان کی روایت ہے امام جعفر صادقؑ سے کہ حضرت نے فرمایا سجدہ زمین سے روئیدہ ہونے والی چیزوں پر ہوتا ہے۔ سوائے اس کے کہ جو کھانے یا پہننے میں استعمال ہو۔''

اس حدیث کو شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ قمی نے اپنی کتاب من لایحضرہ الفقیہ باب ما یسجد علیہ و ما لا یسجد علیہ (مطبوعہ لکھنؤ ج ۱ ص ۸۶) میں درج فرمایا ہے۔

(۵)

"یاسر خادم سے روایت ہے کہ امام علی نقیؑ کا گزر میری جانب سے ہوا اس حالت میں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا ایک طبری (چٹائی) پر اور اس پر میں نے سجدہ کے لیے ایک دوسری چیز رکھ لی تھی۔ آپ نے فرمایا اسی پر کیوں سجدہ نہیں کرتے؟ کیا وہ نباتاتِ زمین سے نہیں بنی ہے؟"

(۶)

"زرارہ کی روایت ہے امام باقر و صادق علیہم السلام میں کسی ایک سے میں نے عرض کیا کہ ایک شخص ٹوپی یا عمامہ پہن کر سجدہ کرتا ہے (جس سے پیشانی کا اوپر کا حصہ ڈھکا ہوا ہے) آپ نے فرمایا تھوڑی سی پیشانی اگر زمین سے مس ہوتی ہے اس حصہ میں سے جو دونوں ابرو اور سر کے بال اگنے کی جگہ کے درمیان ہے تو بس یہ کافی ہے۔"

اسے بھی جناب شیخ صدوق نے من لایحضرہ الفقیہ (ج ۱ ص ۸۷) میں درج کیا ہے۔

(۷)

"علی بن ربان کی روایت ہے کہ ہمارے ایک ساتھی نے امام محمد باقرؑ کے پاس خط لکھا اور مدینہ کی جانمازوں کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جو درخت کی چھال سے بنائی گئی ہوں ان پر نماز پڑھ سکتے ہو مگر جو دوسرے ڈوروں سے بنی گئی ہوں ان پر نہیں۔ ہمارے بعض ساتھیوں کو خیوطہ کے لفظ میں تامل ہوا تو میں نے عرب شاعر کا شعر پڑھا جس میں یہ لفظ آیا ہے۔ فروع کافی صفحہ ۱۹۵۔

(۸)

"علی بن جعفر کی روایت ہے اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہ کوئی شخص کھجور پر جو زمین سے اُگی ہوئی ہو سجدہ کرے، آپ نے فرمایا پیشانی اس کی زمین سے لگتی ہو تو

کوئی حرج نہیں اور گھاس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں (چونکہ کھجور ماکولات میں داخل ہے اس لیے اس پر سجدہ درست نہیں لہٰذا وہاں اس کی قید لگائی کہ پیشانی زمین سے متصل ہو) فروع کافی صفحہ ۱۹۶۔

(۹)

محمد بن حسین کی روایت ہے کہ ہمارے ایک ساتھی نے امام علی تقی علیہ السلام کے پاس خط لکھا کہ شیشہ پر سجدہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ان کا بیان ہے کہ اس خط کو بھیجنے کے بعد مجھے تصور ہوا کہ شیشہ تو نباتات ہی سے بنتا ہے لہٰذا مجھے اس کے دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ شیشہ پر سجدہ نہیں ہوسکتا، چاہے تمہیں یہ تصور ہو کہ یہ نباتات سے بنتا ہے مگر وہ تو نمک اور ریگ سے بنتا ہے اور ان دونوں کی حقیقت تبدیل ہوگئی ہے (یعنی وہ زمین کا جز ہونے سے خارج ہوگئے ہیں) فروع کافی صفحہ ۱۹۶۔

آئمہ معصومینؑ کا عمل

ان احادیث سے سجدہ کے متعلق جس طرح کی پابندی کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی کے مطابق آئمہ معصومین علیہم السلام کا عمل بھی تھا چنانچہ یوسف بن یعقوب کی روایت ہے۔

رأیت اباعبداللہ علیہ السلام یسوی الحصافی موضع سجودہ۔

''میں نے امام جعفر صادقؑ کو دیکھا کہ آپ سجدہ کرنے کی جگہ پر سنگریزے بچھا رہے تھے۔''

اسے شیخ صدوقؒ نے من لایحضرہ الفقیہ (ج ۱ص ۸۷) میں درج کیا ہے۔

دوسری روایت عبدالملک بن عمرو کی ہے جسے ثقۃ الاسلام کلینیؒ نے فروع کافی (ص ۱۹۷) میں درج کیا ہے۔

رأیت اباعبداللہ علیہ السلام یسوی الحصاھین ازادالسجود۔

''میں نے امام جعفر صادقؑ کو دیکھا کہ آپ نے سجدہ کرنا چاہا تو سنگریزے بچھا لئے''

علی بن بجیل کی روایت ہے۔

''میں نے امام جعفر صادقؑ کو دیکھا کہ جب سجدہ کر کے سر اٹھاتے تھے تو سنگریزوں کو پیشانی سے اپنی ہتھیلی پر لے کر پھر زمین پر رکھتے تھے۔''

فلسفۂ تشریع

ہمارے آئمہ معصومینؑ نے سجدہ کی ان شرائط کا کہ زمین یا زمین سے اگنے والی چیز ہو مگر کھانے یا پہننے کی نہ ہو فلسفہ بھی بتایا ہے کہ سجدہ چونکہ خالق کے سامنے انتہائی تذلّل کا مظاہرہ ہے لہٰذا اسے کسی ایسی شئے پر نہ ہونا چاہیے جو دینوی تزک واحتشام کی علامت ہے نہ ایسی چیز پر جس کی طرف مادی ضرورتوں (کھانے پہننے) کی بنا پر انسان راغب ہوتا ہے۔

اس کی پابندی سجدہ کے بے لوث عمل کے خالص اللہ کے لیے ہونے اور اس بارگاہ میں تذلّل کے ساتھ جھکنے کی نشانی ہے چنانچہ جناب شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ قمی نے من لایحضرہ الفقیہ (ج ۱ص ۸۷) میں یہی عنوان قائم کیا ہے کہ

باب علته النهی عن السجود علی الماء کول والملبوس دون الارض وما انبتت ممّن سواھا۔

''اس کا باب کہ زمین اور اس سے اگنے والی چیزوں پر سجدہ میں کھانے اور پہننے کی چیزوں پر سجدہ کیوں ممنوع ہے۔''

''ہشام بن حکم نے امام جعفر صادقؑ سے کہا کہ مجھے بتایئے کس چیز پر سجدہ جائز ہے اور کس پر جائز نہیں ہے۔ فرمایا سجدہ جائز نہیں سوائے زمین کے یا اس شئے کے جو زمین سے اگتی ہے بشرطیکہ کھانے اور پہننے کی نہ ہو۔ ہشام نے کہا' اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا اس لیے کہ سجدہ اللہ کے لیے جھکنا ہے لہٰذا مناسب نہیں کہ یہ کھانے اور پہننے کی چیز پر ہو کیونکہ ابنائے دنیا کھانے اور پہننے ہی کی چیزوں کے غلام ہیں اور سجدہ کرنے والا اپنے سجدہ میں اللہ کی بندگی کا مظاہرہ کر رہا ہے تو اس

کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنی پیشانی اپنے سجدہ میں ابنائے دنیا کے معبود پر رکھے جو فریبِ دنیا میں مبتلا ہیں اور خاص زمین پر سجدہ کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں اللہ کے سامنے تذلل کا مظاہرہ زیادہ ہے۔''

خاکِ کربلا کی فضیلت

فقہی مسئلہ کے لحاظ سے جو معیار ہے وہ بیان ہو چکا ہے اور آئندہ احادیث حضرات اہل سنت سے بھی ثابت ہوگا کہ خاک کو تمام دوسری چیزوں پر فضیلت حاصل ہے۔

اب خاک کہیں کی بھی ہو وہ معیارِ شرعی کے تحت سجدہ کے لیے کافی ہے لیکن شہادت حضرت امام حسینؑ کے بعد آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے اسی حکم شرعی کے تحت شہادت امام حسینؑ کے تصور کو قوت کے ساتھ دوام بخشنے کے لیے یہ تاکید فرمائی کہ خاک کربلا پر سجدہ کرنا بہتر ہے کہ اس سے جو مقصدِ عبادت ہے وہ بھی پورا ہوتا ہے اور سرزمینِ کربلا کے اس کارنامۂ عظیم کی جو دین کی خاطر ہوا ہے اس سے بار بار یاد بھی آتی ہے چنانچہ من لایحضرہ الفقیہ (ج ا ص ۸۶) میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد درج ہے کہ

السجود علیٰ طین قبر الحسینؑ بنور الی الارضین السبعہ۔

''خاک قبر امام حسینؑ پر سجدہ زمین کے ساتوں طبقوں کو روشن کر دیتا ہے۔''

اور اس بنا پر شیعہ عموماً کربلائے معلیٰ کی سجدہ گاہیں منگواتے ہیں اور ان پر سجدہ کرتے ہیں مگر بحیثیت مسئلہ شرعی خواص ہی نہیں بلکہ عوام بھی اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اصل معیار کیا ہے چنانچہ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے بعض مسجدوں میں لکڑی کی سجدہ گاہیں بنوا کر رکھ دی جاتی ہیں اور کبھی پنکھا قریب ہوا تو اک شیعہ اس کو اٹھا کر سامنے رکھ لیتا ہے اور اگر چٹائی ہو تو پھر وہی کافی سمجھی جاتی ہے اور کبھی درخت سے پتا توڑ لیا جاتا ہے اسی شرط سے کہ وہ کھایا نہ جاتا ہو تو اس پتے پر سجدہ کر لیا جاتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس میں قبر امام حسینؑ کی معاذ اللہ پرستش کا تصور دور دور بھی کہیں اپنی چھاؤں نہیں ڈال رہا ہے بلکہ پیش نظر صرف حکمِ الٰہی کی تعمیل اور اس شرط کی تکمیل

ہے جو شرعی طور پر سجدہ میں ضروری قرار دی گئی ہے۔

فقہائے ملّت کے اقوال

جو کچھ احادیث معصومین ؑ سے بیان کیا گیا اور جس پر عوام شیعہ کا عمل ہے وہی فقہ جعفری کے علماء نے اپنی کتب فقہ میں درج کیا ہے جو صدر اول سے اب تک ہر دور میں متفق علیہ رہا ہے چنانچہ ترتیب عصر کے ساتھ کچھ متقدمین، متوسطین اور متاخرین کے اقوال ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱)

شیخ علی بن بابویہ قمی غیبتِ صغریٰ کے عہد کے عالم ہیں اور ثقۃ الاسلام کلینی مولفِ کافی کے ہم عصر۔ ان کی اور امامِ عصر عجّل اللہ فرجہ کے آخری نائب جناب علی بن محمد سمری کی وفات ایک ہی سال ۳۲۸ھ میں ہوئی۔ انہوں نے اپنے بیٹے شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ قمی کو مخاطب کر کے ایک رسالہ یعنی پیغام لکھا ہے۔ اس کا اقتباس شیخ صدوق نے اپنی مشہور کتاب من لا یحضرہ الفقیہ (ص ۸۶) میں درج کیا ہے۔ اس طرح :

قال ابی رحمة الله عليه فی رسالته الیٰ اسجد علی الارض اوعلیٰ ما انبتت الارض ولا تسجد علی الحصر المدينة لان سيورها من جلد ولا تسجد علیٰ شعر ولا صوف ولا جلد ولا ابريسم ولا زجاج ولا حديد ولا صفر ولا شبه ولا رصاص ولا نحاس ولا بريش ولا رماد۔

''میرے والد نے اپنے رسالہ میں جو میرے نام بطور پیغام لکھا ہے کہ سجدہ کرو زمین پر یا اس چیز پر جو زمین سے اگتی ہے اور نہ سجدہ کرو مدینہ کی چٹائیوں پر اس لیے کہ ان میں درمیان درمیان ڈوروں کی جگہ چمڑا ہوتا ہے اور نہ سجدہ کرو بالوں پر اور نہ اون پر اور نہ ریشم پر اور نہ شیشہ پر اور نہ لوہے پر اور نہ پیتل پر اور نہ لاکھ پر اور نہ سیسے پر اور نہ تانبے پر اور نہ پروں اور نہ راکھ پر۔''

اس کے بعد آگے چل کر لکھا ہے:

''کھڑے ہونے (قیام) اور دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنے اور دونوں انگوٹھے رکھنے میں زمین کے علاوہ کسی دوسری چیز پر کوئی حرج نہیں اور اپنی ناک خاک پر رکھو (یہ مستحب ہے) اور پیشانی کے رکھنے کی جگہ میں بس یہ کافی ہے کہ سر کے بال اگنے کی جگہ سے بھووں تک میں رہے، بس ایک درہم (چاندی کے سکہ) بھر اس چیز پر ہو جس پر سجدہ صحیح ہے۔''

(۲)

شیخ الطائفہ محمد بن الحسن الطوسی اپنی کتاب مبسوط میں تحریر فرماتے ہیں:

''سجدہ جائز نہیں ہے مگر زمین پر یا ایسی چیز پر جو زمین سے اگتی ہے جو کھائی اور پہنی نہ جاتی ہو اور اس معیار پر سجدہ جائز نہیں ہے کتان پر (ایک کپڑا جو السی کی چھال سے بنتا تھا) اور روئی اور اون اور بال اور تمام کھالوں پر اور تمام قسم کے پھلوں پر اور غذائیں ہر طرح کی ان پر بھی سجدہ جائز نہیں ہے اور اسی طرح سرمہ اور ابرق اور چونا اور تمام زمین سے برآمد ہونے والی دھاتیں سونا' چاندی' پیتل' تانبا اور لوہا وغیرہ''

(۳)

محقق حلی ابوالقاسم نجم الدین جعفر بن سعید حلی اپنی شہرۂ آفاق کتاب شرائع الاسلام میں لکھتے ہیں:

''سجدہ ایسی چیز پر جائز نہیں ہے جو زمین کا جز نہ ہو جیسے کھالیں اور اون اور بال اور رونگٹے اور نہ ایسی چیز پر جو زمین کا جز تو ہو مگر معادن میں داخل ہو جیسے نمک اور عقیق اور سونا' چاندی اور تارکول' سوائے حالتِ اضطرار کے اور نہ ایسی چیزوں پر جو زمین سے اگتی ہیں جبکہ وہ کھانے میں صرف ہوتی ہیں جیسے گندم اور پھل''۔

(۴)

حسن بن یوسف معروف بہ علامہ حلی اپنی مہتم بالشان کتاب تذکرۃ الفقہاء (ج۱) میں لکھتے ہیں:

(ہمارے تمام علماء کے نزدیک بلا اختلاف) ''سجدہ جائز نہیں ہے ایسی چیز پر جو نہ زمین ہو اور نہ زمین کے نباتات سے ہو جیسے کھالیں اور اون وغیرہ''۔

پھر احادیث حضرات اہل سنت اور احادیث امامیہ دونوں سے اس کے دلائل پیش کیے ہیں۔ پھر لکھا ہے:

''سجدہ زمین پر یا نباتات زمین پر جائز ہے بشرطیکہ وہ شئے عادتاً کھانے میں صرف نہ ہوتی ہو اور نہ پہننے میں تو اگر ان دونوں میں سے کسی ایک قسم کی چیز ہو تو اس پر سجدہ صحیح نہ ہوگا۔''

(۵)

علامہ حلی رحمتہ اللہ اپنی دوسری کتاب قواعد الاحکام میں تحریر فرماتے ہیں:

''تیسرا مضمون ان چیزوں کے بیان میں جن پر سجدہ ہوسکتا ہے وہ صرف زمین پر صحیح ہے یا زمین سے اگنے والی چیز پر سوائے عادتاً کھانے اور پہننے کی چیز کے جبکہ وہ تبدیل ماہیت سے زمین ہونے سے خارج نہ ہو جائے لہٰذا کھالوں پر اور اون اور بالوں پر اور زمین کے اندر سے نکلنے والی چیزوں پر جیسے عقیق اور سونا اور نمک اور تار کول بغیر حالت مجبوری کے سجدہ جائز نہیں ہے اور جو چیز عادتاً کھائی جاتی ہو جیسے پھل اور کپڑوں پر بھی جائز نہیں اور کیچڑ پر بھی اس لیے کہ پیشانی قائم نہ ہوگی اور اگر مجبوری ہو تو اشارہ سے سجدہ کرے اور اپنے جسم کے کسی حصہ پر بھی نہیں مگر جب زمین بہت تپ رہی ہو اور اس کے پاس کپڑا بھی نہ ہو۔''

یعنی اگر زمین اتنی تپ رہی ہو کہ پیشانی اس پر رکھی نہیں جاسکتی تو اگر کپڑا موجود ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے کپڑا رکھ کے سجدہ کرے (اس کے مطابق روایت اہل سنت کی احادیث میں بھی آئندہ آئے گی) اور اگر کپڑا نہ ہو تو ہاتھ وغیرہ رکھ کے سجدہ کرے (ایسے اعضاء جو پیشانی سے زیادہ قوتِ برداشت رکھتے ہیں)

(۶)

شہید ثانی شیخ زین الدین عاملی اپنی کتاب ''روض الجنان'' فی شرح ارشاد الاذہان

(مطبوعہ ایران ص ۲۲۱) میں تحریر فرماتے ہیں:

''شرط ضروری یہ ہے کہ پیشانی سجدہ کی حالت میں زمین پر ہو یا ایسی چیز پر جو زمین سے اگتی ہے ایسے نباتات میں سے جو کھائے نہ جاتے ہوں مثلاً پھلوں کے اور نہ پہنے جاتے ہوں مثلاً روئی اور کتان کے اور تمام علماء امامیہ کا اس پر اجماع ہے۔ اور اس پابندی کی دلیل علاوہ اس اجماع کے اہل بیت علیہم السلام کے بکثرت احادیث ہیں۔''

(۷)

شہید ثانی اپنی دوسری مشہور و معروف کتاب شرح لمعہ (ج ۱ ص ۵۲) میں لکھتے ہیں:

''اور پیشانی کے سجدہ کی جگہ میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ وہ زمین کا جز ہو یا اس کے نباتات میں سے ہو جو عام طور پر کھائے اور پہنے نہ جاتے ہوں خواہ فعلاً اور خواہ ایسی صلاحیت کے ساتھ جو فعلیت سے قریب ہو۔ اس طرح کہ وہ اس جنس سے ہو جو کھائی اور پہنی جاتی ہے لہٰذا اس ممانعت میں یہ چیز سدِ راہ نہیں ہو سکتی کہ اس کا کھانے میں استعمال پینے اور روٹی بنانے اور پکانے پر موقوف ہو اور پہننا کاتنے اور بننے پر موقوف ہو۔

(۸)

محققِ ثانی شیخ علی بن عبدالعالی کرکی اپنی کتاب جامع المقاصد شرح قواعد (ج ۱) میں لکھتے ہیں:

''علمائے شیعہ متفق ہیں کہ سجدہ میں پیشانی جس چیز پر رکھی جائے وہ زمین ہو یا حکمِ زمین میں آتی ہو اور اہل بیت معصومین ؑ کی احادیث اس بارے میں بکثرت ہیں۔ ابوالعباس فضل کی روایت ہے کہ امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا کہ سجدہ نہ کرو مگر زمین پر یا اس شئے پر جو زمین سے اگتی ہے سوائے روئی یا کتان کے اور زرارہ کی حدیث حسن میں ہے کہ میں نے امام محمد باقر ؑ سے کہا کہ کیا تارکول پر سجدہ کر سکتا ہوں؟ فرمایا نہیں اور نہ کپڑے پر اور نہ اون پر اور نہ کسی جاندار کے جسم پر اور نہ کھانے کی چیز پر اور نہ لباس کی قسم کی کسی چیز پر اور حماد بن عثمان کی صحیح السند روایت

امام جعفر صادقؑ سے ہے کہ سجدہ اس شے پر ہوگا جو زمین سے اگتی ہے سوائے اس کے جو کھانے کی یا پہننے کی چیز ہو اور ہشام بن حکم سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے کہا کہ بتایئے کون سی چیز ہے جس پر سجدہ جائز ہے اور کس چیز پر ناجائز ہے؟ فرمایا' سجدہ جائز نہیں ہے سوائے زمین یا ایسی چیز کے جو زمین سے اگتی ہے مگر کھانے اور پہننے کی چیز نہ ہو۔''

(۹)

فاضل ھندی تاج الدین الاصفہانی کشف اللثام فی شرح قواعد الاحکام میں تحریر فرماتے ہیں:

''سجدہ ہمارے نزدیک زمین پر صحیح ہے یا اس سے اگنے والی چیز پر اجماع اور نصوص کی بناء پر بشرطیکہ وہ کھانے کی چیز نہ ہو۔ یہ شرط احادیث سے ثابت ہوتی ہے اور اس میں کوئی اختلاف میرے علم میں نہیں ہے اور نہ ایسی چیز ہو جو پہنی جاتی ہے، قول مشہور کی بناء پر جس کا ثبوت احادیث سے ہے۔''

(۱۰)

میر سید علی طباطبائی ریاض المسائل مشہور بہ شرح کبیر (ج ۱) میں لکھتے ہیں:

''سجدہ ایسی چیز پر جائز نہیں ہے جو زمین اور نباتات زمین میں سے نہ ہو' جیسے کھالیں اور اون اور بال اور نہ ایسی شئے جو تبدیل ماہیت کے سبب سے زمین کے دائرہ سے خارج ہو جائے جیسے معدنیات سونا' چاندی' نمک اور عقیق وغیرہ۔ اس پر ہمارے علماء کا اجماع ہے بلکہ ہمارے مذہب کے ضروریات میں داخل ہے۔ اس کے علاوہ بکثرت بلکہ متواتر احادیث بھی ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ بس زمین پر جائز ہے اور ایسی شئے پر جو زمین سے اگتی ہے بشرطیکہ وہ عموماً کھائی اور پہنی نہ جاتی ہو۔ یہ بھی احادیث کے علاوہ اجماع اور ضرورت مذہب سے ثابت ہے لہٰذا مسئلہ کے کسی جزء میں بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔''

(۱۱)

جناب شیخ جعفر نجفی کشف الغطاء میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ ضروری ہے کہ سجدہ ایسی چیز پر ہو جس پر سجدہ صحیح ہوتا ہے یعنی زمین' بلا کسی قید کے جس پر نام صادق ہو یا ایسی چیز جو اگتی ہے خواہ زمین کے اندر یا زمین کے اوپر یا پانی کے اندر یا معدنیات کے اندر اور دار و مدار نباتات کے نام کے اطلاق پر ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ عموماً کھائی اور پہنی نہ جاتی ہو۔"

(۱۲)

علامہ شیخ احمد نراقی مستند الشیعہ (ج ۱) میں رقمطراز ہیں:

"زمین یا اسکے نباتات کے علاوہ کسی دوسری چیز پر سجدہ کا جائز نہ ہونا ایک ایسا اصول ہے جو تحقیق کے ساتھ حاصل شدہ اور نیز علماء کے بیان کردہ اجماع اور صحیح السند احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ کسی ایسی چیز پر سجدہ جائز نہیں جس کا زمین یا نباتات میں سے نہ ہونا معلوم ہو اور نہ اس چیز پر جس کے بارے میں شک ہو۔ سوائے اس کے جو کسی خاص دلیل کی بنا پر اس اصول سے خارج ہو گیا ہو۔"

(۱۳)

صاحب جواہر کے استاد سید محمد جواد عاملی اپنی کتاب مفتاح الکرامہ شرح قواعد علامہ (مطبوعہ صیدا بیروت ج ۲) میں تحریر فرماتے ہیں:

"سجدہ بس زمین یا زمین سے اگنے والی چیز پر صحیح ہے۔ یہ باجماع ثابت ہے جیسا کہ انتصار اور خلاف اور غنیۃ اور تحریر اور نہایۃ الاحکام اور تذکرہ اور ذکریٰ اور جامع المقاصد اور مسائل غرویہ اور کشف الالتباس اور مقاصد علیہ اور مدارک اور کشف اللثام وغیرہ میں ہے اور امالی میں ہے کہ وہ جماعتِ امامیہ کے دین کا جز ہے اور معتبر اور منتہیٰ میں تمام ہمارے علماء کی طرف سے اس

کی نسبت دی ہے۔

(۱۴)

جنابِ شیخ محمد حسن نجفی اپنی مہتم بالشان کتاب جواہر الکلام شرح شرائع الاسلام (ج ۲) میں لکھتے ہیں: ''سجدہ بحالت اختیار جائز نہیں ہے ایسی چیز پر جو نہ زمین ہو اور نہ اس سے اُگنے والی چیز ہو سوائے بعض اقسام کاغذ کے۔''

بذیل استدلال لکھا ہے:

''اس پر اجماع محصل بھی ہے اور منقول بھی۔ کثیر علماء کے نقل سے بلکہ تواتر کے ساتھ مثل نصوص کے بلکہ ممکن ہے کہ اس کے ضروریات دین میں شامل ہونے کا دعویٰ کیا جائے۔''

(۱۵)

سید علی آل بحر العلوم اپنی کتاب برہان الفقہ کتاب الصلوٰۃ میں لکھتے ہیں:

''سجدہ جائز نہیں ہے ایسی چیز پر جو عرفِ عام میں از اوّل زمین میں داخل ہی نہ ہو جیسے اون اور کھال یا اپنی اصل کے لحاظ سے تو زمین کا جز ہو مگر کسی نوعیت کی تبدیلی کے سبب سے اب زمین کے نام سے خارج ہو گئی ہو تو اب یہ کہا جا سکتا ہو وہ زمین نہیں ہے جیسے سونا چاندی وغیرہ معدنیات جن میں کسی خالی جگہ کی خاصیت نے ایسی صورت پیدا کر دی ہے کہ وہ زمین کی ماہیت سے باہر ہو گئے ہیں اور ایک دوسری ماہیت میں داخل ہو گئے ہیں اور خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ ہر ایسی چیز پر جائز ہے جو بحالتِ موجودہ زمین کی ایک قسم سمجھی جائے خواہ خاک ہو یا گیلی مٹی یا ریگ یا پتھر جیسے پہاڑی زمین اور ایسی چیز پر سجدہ جائز نہیں ہے جو اس وقت زمین میں داخل نہ ہو اور اس قاعدہ میں ثبوت اور نفی کے دونوں رخ فرقہ امامیہ میں نصوص اور فتاویٰ کے لحاظ سے متفق ہیں۔''

اب کہاں تک کلماتِ علماء درج کیے جائیں۔ کوئی بڑی سے بڑی کتاب اور کوئی چھوٹی سے چھوٹی کتاب فقہ امامیہ کی ایسی نہیں ہے جس میں یہ درج نہ ہو۔

نتیجہ

ان تمام احادیث اوران اقوالِ علماء سے بالکل یہ حقیقت ثابت ہوجاتی ہے کہ یہ مسئلہ شرعی واقعۂ کربلا کے بعد پیدا نہیں ہوا ہے اور نہ اس میں فقہی طور پر خاک کربلائے معلیٰ کی کوئی خصوصیت رکھی گئی تھی۔ ہاں جیسا کہ احادیث کے تذکرہ کے بعد لکھا گیا خاک کربلا کو مقامِ عمل میں اس کے فضل وشرف کی بناء پر اس لیے بہتر سمجھا جاتا ہے کہ اس میں سجدہ کے حکم شرعی پر عمل بھی ہوجاتا ہے اور پھر اس خاک سے یمن وبرکت کا مقصد بھی پورا ہوتا ہے۔ چنانچہ دوسری تیسری صدی ہجری میں اس پر عملدرآمد شروع ہوگیا تھا اور اس لئے ۳۰۸ھ میں حمیری نے اسے بذریعہ عریضہ امام عصر عجل اللہ فرجہٗ سے دریافت کیا اور وہاں سے اس کا جواب موافقت میں آیا۔

انہوں نے حضرتؑ کی خدمت میں سوال بھیجا خاک قبر حسینؑ کی تختی کے متعلق کہ کیا اس میں فضیلت ہے؟ جواب آیا کہ ہاں یہ جائز ہے اور اس میں فضیلت ہے۔

اس سوال وجواب کا انداز بتلاتا ہے کہ یہ رواج اس وقت تازہ تازہ شروع ہوا تھا جب ہی جناب حمیری کو اس کے متعلق شبہ تھا اور شبہ کو انہوں نے امامؑ سے دریافت کرکے دور کیا تھا۔

اس کے بعد دو ایک صدی کے اندر ہی اس کا رواج افرادِ شیعہ میں عام طور پر ہوگیا۔ یہاں تک کہ غیر شیعہ حلقے اس کا شعار فرقۂ شیعہ ہونا محسوس کرنے لگے۔ جس کا پتہ علامہ ثعالبی کی کتاب ''یتیمۃ الدہر'' سے چلتا ہے جہاں چوتھی صدی ہجری کے شاعر ابودلف کے قصیدہ ساسانیہ کے ایک شعر کی شرح میں لکھا ہے:۔

''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی ڈاڑھیوں میں مہندی کا خضاب لگاتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں کہ وہ شیعہ ہیں اور تسبیح اور تختیاں مٹی کی لیے رہتے ہیں اور ایسا خیال ظاہر کرتے ہیں کہ وہ قبر امام حسینؑ کی خاک ہے اور انہیں بطور تحفہ شیعوں کے یہاں بھیجتے ہیں۔''

احادیث اہل سنت میں خمرہ کا ثبوت

اور

شیعہ نقطۂ نظر کی تائید

اہلسنت کی متعدد مستند احادیث میں جو صحاح وسنن میں موجود ہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کی نماز میں سجدہ کے لیے خمرہ کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ چنانچہ لیڈن (ہالینڈ) کے مکتبہ بریل میں ۱۹۳۶ء سے مستشرقین یورپ کی ترتیب دادہ کتب احادیث سے احادیث کے استخراج کے لیے جو ایک مبسوط فہرست چھپنا شروع ہوئی ہے المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی جسے ڈاکٹر اے۔ وائی ای منسج لندن یونیورسٹی نے شائع کیا ہے، اس کی جلد ۲ مطبوعہ ۱۹۴۳ء میں ص ۸۱ پر خمرہ کے لفظ کے تحت میں حسب ذیل احادیث کے فقرات اور ان کے حوالے درج کیے ہیں۔ کان یصلی علی خمرہ م مساجد ۲۷۰ ج حیض ۳ صلوٰۃ ۱۹، ۲۱۰ وصلوٰۃ ۹ ادب ۱۶۱ ات صلاۃ ۱۲۹ ان طہارۃ ۱۷۲، حیض ۱۹۔ مساجد ۴۴۔ جہ اقامۃ ۶۳۔ دی صلوۃ ۷۶، ۱۴۶، ۲۰، ۲۴۸، ۳۰۳، ۳۴۵، ۳۷۷۔ ماولینی الخمرۃ من المسجد م حیض ۱۱، ۱۲ (طہارۃ ۱۳ طہارۃ ۱۰۱ ان طہارۃ ۱۷۳، حیض ۱۸ اجہ طہارۃ ۱۲، دی وضو ۸۲، حم ۱۔۷۔۱۳۔۷ وغیرہ رجلیہ ومن حیض و یعطینہ الخمرۃ دی وضو ۱۰۸، ط طہارۃ ۸۸)۔

مذکورہ حروف کے اشارات کی تفصیل یہ ہے کہ م۔ مسلم، خ۔ بخاری، د۔ ابوداؤد، ت۔ ترمذی، ن۔ نسائی، جہ۔ ابن ماجہ، دی۔ دارمی، حم۔ احمد بن حنبل، ط۔ موطا امام مالک کی طرف اشارہ ہے۔

ذیل میں اب اصل ماخذوں سے ان میں کی کچھ احادیث بتمام وکمال درج کی جاتی ہیں۔

پہلی حدیث

صحیح بخاری مطبوعہ مصر ۱۳۴۵ھ ج ۱ ص ۹ کتاب الحیض کی آخری حدیث:

''عبداللہ بن شداد کی روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ زوجہ پیغمبر خداؐ سے سنا کہ وہ ایام میں ہوتی تھیں کہ نماز نہیں پڑھ سکتی تھیں اور جہاں رسولؐ نماز پڑھتے ہوتے اس کے متوازی لیٹی ہوتی تھیں اور آپ اپنے خمرہ پر نماز پڑھتے ہوتے (ان کے نزدیک کہ وہ کہتی ہیں کہ) جب آپ سجدہ فرماتے تھے تو آپ کے لباس کا کچھ حصہ مجھ سے مس ہوتا تھا۔''

پھر ص ۱۰۷ پر کتاب الصلوٰت میں عنوان ہی ''الصلوٰۃ علی الخمرۃ'' کا قائم کیا ہے اور اس کے تحت مذکورہ بالا حدیث ہی سے ایک جملہ اس طرح نقل کیا ہے:

''عبداللہ بن شداد نے جناب میمونہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پیغمبر خمرہ پر نماز پڑھتے تھے۔''

اور ص ۱۰۹ باب اذا اصاب ثوب المصلی امرأتہ اذا سجد میں پوری حدیث درج کی ہے۔

یہی حدیث صحیح مسلم (مطبوعہ مصر ج ا ص ۱۷۸ کتاب المساجد اور سنن ابی داؤد (مطبوعہ مطبع نامی کانپور ج ا ص ۹۶) کتاب الصلوٰۃ میں باب الصلوٰۃ علی الخمرۃ اور سنن ابن ماجہ (مطبوعہ مصر ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۴ء ج ا ص ۳۲۸) کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب ۶۳ الصلوٰۃ علی الخمرۃ سنن دارمی (مطبوعہ مطبع نظامی کانپور ص ۱۶۶) کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی الخمرۃ اور سنن نسائی (مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۰ھ ص ۱۶۵) باب الصلوٰۃ علی الخمرۃ میں بھی موجود ہے۔

دوسری حدیث

صحیح مسلم (مطبوعہ مصر ج ا ص ۹۶) کتاب الحیض:

''قاسم بن محمد بن ابی بکر کی روایت ہے جناب عائشہؓ سے، وہ فرماتی ہیں کہ مجھ سے پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ مجھے خمرہ مسجد سے اٹھادو۔ میں نے کہا کہ میں ایام سے ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تمہارے ایام تمہارے ہاتھ میں تھوڑی ہیں۔''

یہیں پر پھر دوسرے طریق سے روایت یوں درج ہے:

''حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ مجھے پیغمبرِ خدا نے حکم دیا کہ مسجد سے خمرہ انہیں اٹھا دوں۔ میں نے کہا کہ میں ایام میں ہوں۔ فرمایا اٹھا دو، ایام تمہارے ہاتھ میں نہیں لگے ہیں۔''

یہ حدیث صحیح مسلم کے علاوہ سنن ابو داؤد (ج ۱ ص ۳۹) کتاب الصلوٰۃ باب الحائض تناول من المسجد میں، سنن ابن ماجہ (جلد ۱ مطبوعہ مصر ۱۳۷۳ھ ص ۲۷۵) کتاب الطہارۃ باب الحائض تناول من المسجد میں، جامع ترمذی (مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور ج ۱ ص ۲۴۔۲۵) ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی تناول الشیئ من المسجد میں بھی ہے جس کے بعد ترمذی نے لکھا ہے: حدیث عائشہؓ حدیث حسن صحیح یعنی جناب عائشہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

نیز سنن دارمی (ص ۱۰۵) کتاب الطہارۃ باب الحائض تبسط الخمرۃ اور پھر دوسری جگہ (ص ۱۲۹ پر) اور سنن نسائی (ص ۵۱) باب استخدام الحائض میں مذکور ہے۔

تیسری حدیث

سنن ابوداؤد (ج ۱ ص ۲۱۷) کتاب الاداب باب فی النہار باللیل میں ہے:

''عکرمہ کی روایت ہے ابن عباس سے، وہ کہتے ہیں کہ ایک چوہا آیا اور اس نے چراغ کی بتی کو کھینچنا شروع کیا اور اسے لاکر رسولِ خداؐ کے سامنے اس خمرہ پر ڈال دیا کہ جس پر آپ تشریف فرما تھے۔ تو اس میں کا ایک درہم کے برابر کا حصہ جلا دیا۔ اس پر حضرتؐ نے فرمایا کہ جب سویا کرو تو اپنے چراغوں کو خاموش کر دیا کرو اس لیے کہ سونے کی حالت میں خطرہ ہے کہ ایسا ہی ہو جائے تم جل جاؤ گے۔''

غالباً یہی حدیث ہے جس کی بنا پر مسند امام احمد بن حنبل (مطبوعہ مصر ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء جلد ۴ ص ۱۴۰) میں مسند ابن عباس میں درج کیا ہے۔:

''عکرمہ کی روایت ہے ابن عباس سے کہ حضرت پیغمبر خداؐ خمرہ پر نماز پڑھتے تھے۔''

نیز جامع ترمذی (ج ۱ ص ۵۳) میں ہے، (باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الخمرۃ) عن عکرمۃ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ یصلی علی الخمرۃ۔ پھر لکھا ہے:

''ابن عباس کی حدیث حسن صحیح ہے۔''

چوتھی حدیث

مسند احمد بن حنبل (ص۲۳۲) مسند عبداللہ بن عمرؓ میں ہے:

عن النبی عن ابن عمران النبیؐ قال لعائشۃ ناولینی الخمرۃ من المسجد فقالیت انی قد احدثت فقال اوحیضتک فی یدک۔

یہی روایت ہے عبداللہ بن عمرؓ سے کہ پیغمبر خداؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ مجھے مسجد سے خمرہ اٹھادو انہوں نے کہا میں حدث کی حالت میں ہوں۔ فرمایا، تو کیا تمہاری نجاست تمہارے ہاتھ میں لگی ہے؟

پھر (ج۸ص۹ پر) دوسرے طریق سے ہے:

''نافع کی روایت ہے ابن عمر سے کہ پیغمبر خداؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔ مجھے خمرہ مسجد سے اٹھادو۔ انہوں نے کہا کہ وہ حیض کی حالت میں ہیں۔ فرمایا' وہ تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

اور غالباً اسی کے مضمون سے اخذ کر کے مسند (ج۸ص۵۳) میں ہے کہ یہی روایت ابن عمر سے ہے کہ رسولؐ خمرہ پر نماز پڑھتے تھے۔

نیز صفحہ ۱۱۱ پر ہے:

عبداللہ ہی کا بیان ہے:۔

''شریک کہتے ہیں کہ میرے خیال میں انہوں نے عبداللہ بن عمر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسولِ خداؐ خمرہ پر نماز پڑھتے تھے۔''

چونکہ اس کے پہلے انہی عبداللہ ہی کی روایت خود جناب عائشہ ؓ سے اس واقعہ کے متعلق درج ہو چکی ہے اس لیے ہمارے نزدیک یہ یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ اس روایت میں جو ہی کا بیان ہے وہ ابنِ عمر سے منقول ہے یا خود جناب عائشہ سے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ واقعہ چونکہ اس سے پہلے خود جناب عائشہ ؓ کی زبانی متعدد روایتوں میں درج ہو چکا ہے اس لیے عقلاً یہ احتمال قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے کہ جناب عبداللہ

ابن عمر نے اسے جناب عائشہ ہی کی زبانی سنا ہو مگر چونکہ عبداللہ ابن عمر نے اس کے بیان میں یہ نہیں کہا کہ مجھ سے حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ رسولؐ نے مجھ سے خمرہ طلب فرمایا۔ بلکہ خود یہ بیان کرر ہے ہیں کہ رسولِ خداؐ نے عائشہ سے خمرہ طلب فرمایا اور انہوں نے یہ کہا' اور اس پر رسولؐ نے یہ فرمایا۔ اس لیے عدالتِ راوی کو ماننے کی صورت میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس واقعہ کے خود جناب عبداللہ بن عمرؓ شاہد عینی ہیں۔ یعنی وہ اس موقع پر موجود تھے جب رسولؐ اور حضرت عائشہ میں یہ بات چیت ہو رہی تھی اور اس لیے اصولِ حدیث کے ماتحت جناب عائشہ کی حدیث کے علاوہ یہ مستقل حدیث قرار پاتی ہے جس کے راوی جناب عبداللہ بن عمر ہیں۔

پانچویں حدیث

سنن دارمی ص ۱۲۹ میں ہے:

''عبداللہ بہی کی روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پیغمبر خداؐ مسجد میں تھے۔ آپ نے کنیز سے فرمایا کہ مجھے خمرہ اٹھا دو۔ آپ کہتی ہیں کہ حضرتؐ چاہتے تھے اسے بچھائیں اور اس پر نماز پڑھیں۔ اس کنیز نے کہا کہ میں حالتِ حیض میں ہوں آپ نے فرمایا کہ اس کا حیض اس کے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

اس روایت کو میں نے عام فنی تقاضوں سے حدیث مستقل قرار دیا ہے مگر چونکہ خود عبداللہ البہی نے بلا واسطہ اور بالواسطہ کئی طرق میں جناب عائشہ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرتؐ نے خود ان سے فرمایا تھا کہ خمرہ لاؤ اور خود انہی سے یہ گفتگو ہوئی تھی اور صرف اس ایک روایت میں کنیز کا قدم درمیان میں لایا گیا ہے اس لیے میرے خیال میں یہ بعد کے کسی راوی کی کارستانی ہے کہ اس نے یہاں اس واقعہ کو خود جناب عائشہ کی طرف منسوب کرنے کے بجائے کنیز کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ بہر حال یہ ایک اصطلاحی بحث ہے اس سے اصل مقصد پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور یہ روایت بھی مثل دیگر روایات کے پیغمبر خدا کے اس عمل کو کہ آپ خمرہ پر نماز پڑھا کرتے تھے صاف بتلا رہی ہے۔

چھٹی حدیث

سنن نسائی (ص ۵۲) باب بسط الحائض الخمرۃ فی المسجد۔

''شبوز کی روایت ہے اپنی والدہ سے کہ میمونہ (زوجہ رسولؐ) فرماتی تھیں کہ ہم میں سے کوئی حالتِ حیض میں ہوتی تھی تو بھی رسولؐ اپنا سر ہماری گود میں رکھ کر لیٹتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے اور ہم میں سے کوئی ایک خمرہ لے جا کر مسجد میں بچھا دیتی تھی جبکہ وہ حالتِ حیض میں ہوتی تھیں۔

دفع دخل

چونکہ یہ حدیثیں بطرق اہل سنت ہیں اس لیے ان کے تمام مضامین سے ہمارے نقطۂ نظر کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ مثلاً فقۂ امامیہ کا متفقہ مسئلہ یہ ہے کہ حائضہ مسجدِ نبوی میں کسی صورت سے بھی داخل نہیں ہو سکتی۔ نیز کسی شئے کا مسجد میں رکھنا کسی حائضہ کا ہمارے نزدیک درست نہیں ہے۔ مگر اہلِ سنت کے ہاں کی احادیث ان دونوں باتوں کو جائز قرار دیتی ہیں۔ جو ہمارے موضوع بحث سے اس وقت خارج ہے۔ ہمارا مقصد تو ان احادیث کے نقل کرنے سے خمرہ کا وجود عہدِ پیغمبرؐ خدا میں ثابت کرنا ہے اور وہ ان احادیث سے ثابت ہے۔

کچھ اور احادیث

جن احادیث کے الفاظ صراحتہً ہم تک پہنچے اور جو بیان ہوئے یہ تو جناب ام المومنین میمونہؓ اور ام المومنین عائشہؓ اور جناب عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ سے منقول تھے۔ مگر ترمذی نے (ص ۲۵ پر) جناب عائشہ کی حدیث کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''اس بارے میں عبداللہ بن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ سے بھی وارد ہوا ہے۔''

پھر (ص ۵۲ پر) ابنِ عباس کی حدیث درج کرنے کے بعد لکھا ہے:

''اس بارے میں امِ حبیبہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور امِ سلمہؓ اور عائشہؓ اور میمونہؓ اور امِ کلثوم بنتِ ابو سلمہ ابن عبدالاسد سے بھی احادیث منقول ہوئی ہیں مگر ام کلثوم نے خود رسولؐ کی

زبان سے نہیں سنا ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ ام کلثوم والی روایت مرسل کی تعریف میں داخل ہوتی ہے کیونکہ جب انہیں خود رسولؐ سے احادیث سننے کا موقع نہیں ملا ہے تو ضرور درمیان میں کوئی واسطہ تھا جسے انہوں نے بیان نہیں کیا ہے باقی تمام حدیثیں مستند ہیں۔

اب سابق احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ ابو ہریرہ ام حبیبہ ام سلمہ اور ام کلثوم بنتِ ابی سلمہ کے اصل الفاظ ہم تک نہیں پہنچے ہیں لیکن مضمون ان کا بھی یہی ہے جو ان احادیث کا ہے۔

ان تمام احادیث کے نتیجہ میں آخر میں حافظ ترمذی نے لکھا ہے:

"احمد اور اسحٰق نے کہا ہے کہ پیغمبر خدا کا یہ عمل کہ آپ خمرہ پر نماز پڑھتے تھے ثابت اور محقق ہے۔"

صحابہ کا نظریہ اور عمل درآمد

صحابہ جنہوں نے پیغمبرؐ خدا کے اس عمل کو بیان کیا ہے خود بھی خمرہ پر نماز پڑھنے کے طریقہ پر عامل تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حسب ذیل روایات وارد ہوئی ہیں۔

پہلی روایت

سنن دارمی (ص ۱۳۰) میں ہے:

"عبدالرحمٰن بن قاسم کی اپنے باپ (قاسم بن محمد بن ابی بکر) سے روایت ہے جناب عائشہ کے متعلق کہ آپ اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتی تھیں کہ حائضہ خمرہ کو اپنے ہاتھ سے چھوئے۔"

دوسری روایت

کتاب موطاء امام مالک (مطبوعہ فخر المطابع دہلی ص ۱۸) باب جامع غسل الجنابتہ میں ہے:

''نافع کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر کی کنیزیں ان کے پیر دھلاتی تھیں اور انہیں خمرہ اٹھا کر دیتی تھیں جبکہ وہ حالتِ حیض میں ہوتی تھیں۔''

تیسری روایت

سنن داری (ص ۱۲۹) میں ہے:

'عبداللہ بن عمر اپنی کنیز کو حکم دیتے تھے کہ وہ انہیں خمرہ مسجد سے اٹھا دے اور وہ کہتی تھی کہ میں نجس ہوں تو وہ کہتے تھے کہ تیری نجاست تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ چنانچہ انہیں خمرہ دے دیتی تھیں۔''

مختصر تبصرہ

مذکورہ بالا احادیث پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ خمرہ کی موجودگی یا یہ امر کہ خمرہ پر سجدہ ہوتا ہے کوئی ایسا قابلِ بحث امر نہ تھا کہ اس کے لیے اصحاب عمل رسولؐ یا تابعین عملِ صحابہؓ کو پیش کرتے بلکہ خمرہ کو نماز سے چونکہ ایک بڑا لاینفک تعلق تھا اس لیے محسوس ہوتا ہے کہ خمرہ کو اتنی مقدس چیز سمجھا جاتا تھا کہ زمانہ رسولؐ ہی میں نہیں بلکہ بعد بھی مدتوں ایسا تصور رہا کہ حالتِ نجاست میں اسے ہاتھ نہیں لگانا چاہیے اور اس لیے پیغمبر خداؐ کے سامنے بھی بار بار یہ سوال آتا تھا اور آپ اس غلط فہمی کو دور فرماتے تھے اور وہی زمانہ مابعد میں بھی کسی نہ کسی حلقہ میں سامنے لایا جاتا تھا جس پر تابعین رسولؐ اور صحابہ کے عمل کو بیان کر کے اس غلط فہمی کو دور کرتے تھے۔

پھر خود رسولؐ کا اس سلسلہ میں جو ارشاد وارد ہوا ہے اس میں بھی خمرۃ کے تقدس کے خیال کو حضرت نے محفوظ رکھا ہے۔ اور حضرت کے جواب سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر ہاتھ نجس ہو تو اس حالت میں خمرہ کو مس نہیں کرنا چاہئے۔

مذکورہ بالا احادیث کا نتیجہ

یہ ظاہر ہے کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ میں عموماً کسی فرش ہی

پر ہوتے تھے۔ پھر یہ کہ لباس انسان کے جسم سے اتصال رکھتا ہی ہے خمرہ جو نماز کی خاطر تھا وہ ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ عموماً بنظرِ احترام مسجد میں رکھا جاتا تھا۔ رسولِ خداؐ جب مسجد میں نماز پڑھتے ہوں تو فطری طور پر وہاں اسی خمرہ پر نماز پڑھتے ہی تھے لیکن جب اپنے حجرہ کے اندر نماز پڑھنا مقصود ہوتی تھی اور وہ ظاہر ہے کہ واجب نمازیں نہ ہوتی ہوں گی بلکہ سنت نمازیں (نوافل) ہوں گی جو کہ عموماً گھر کے اندر ادا فرمایا کرتے تھے، تو اس وقت بھی اس خمرہ کو مسجد سے منگوانا ضروری سمجھتے تھے۔ ایسا کبھی نہ کرتے تھے کہ اس فرش پر سجدہ فرمالیں یا لباس ہی پر سجدہ کرلیں۔ اس سے یہ بالکل سمجھ میں آتا ہے کہ نماز کے سجدہ میں شریعتِ اسلام کے لحاظ سے یہ خصوصیت لازمی طور پر ہے کہ وہ عام فرش یا لباس پر نہیں ہوسکتا، جبکہ وہ (خمرہ) سرِ دست موجود بھی نہیں ہے، تو ضرورت اس کے خاص طور پر منگوانے اور اس پر نماز پڑھنے کی کیا ہے؟

خمرہ کی تشریح

ابھی تک یہ سمجھنا سمجھانا باقی ہے کہ خمرہ آخر ہوتا ہے کیا؟ جامعِ ترمذی (ج ۱ ص ۵۳) ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الخمرۃ میں اس سلسلہ کی حدیثیں درج کرنے کے بعد لکھا ہے:

''ابوعیسیٰ (ترمذی) کہتے ہیں کہ خمرہ چھوٹی چٹائی ہوتی ہے۔''

زمخشری نے الفائق فی غریب الحدیث (طبع حیدرآباد ج ۱ ص ۱۸۲) میں لکھا ہے:

''آنحضرتؐ خمرہ پر سجدہ فرمایا کرتے تھے۔ یہ چٹائی کی قسم کی چھوٹی جانماز ہوتی ہے۔''

قاموس (مطبوعہ نولکشور لکھنؤ۔ ج ۱ ص ۲۵۸) میں ہے:

''خمرہ، خ کے ضمہ کے ساتھ درخت کی چھال کی چھوٹی چٹائی ہوتی ہے۔''

مصباح صغیر فیومی (ط مصر ج ۱ ص ۸۸) میں ہے

''خمرہ بروزن غرفہ چھوٹی چٹائی ہوتی ہے۔ اتنی کہ جس پر سجدہ کیا جائے۔''

نہایہ ابن اثیر (ط مصر ج ۱ ص ۳۶) میں ہے:

''خمرہ اس مقدار میں جس پر انسان سجدہ میں اپنا چہرہ رکھ سکے چٹائی ہوتی ہے یا درخت کی چھال وغیرہ نباتات میں سے۔''

صراح (مطبوعہ سلطان المطابع لکھنؤ ص۱۲۴) میں ہے:

''خمرہ بالضم سجادہ از برگ خرما بافتہ''

منتہی الادب (مطبوعہ مطبع مصطفائی لاہور ۱۸۹۷ھ ج ا ص ۵۷) میں بھی ہے:

''خمرہ بالضم سجادہ از برگ خرما بافتہ''

مصباح اللغات مصنفہ ابوالفضل عبدالحفیظ لیاوی استاذ ادب ندوۃ العلماء لکھنؤ وسابق استاذ دارالعلوم دیوبند (نشر کردہ مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ص۱۹۵) میں ہے:

''الخمرۃ'' کھجور کی چھوٹی چٹائی۔

اقرب الموارد فی فصح العربیۃ والشوارد تالیف سعید الخوری الشرتونی اللبنانی (ط بیروت ۱۸۸۹ ج ا ص ۳۰۱) میں ہے:

''خمرہ پیش کے ساتھ چھوٹی چٹائی ہوتی ہے۔ اتنی مقدار میں جس پر نمازی سجدہ کرے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے خمرہ پر نماز پڑھی۔''

بیان اللسان یعنی عربی اردو ڈکشنری تالیف قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی استاد عربی واسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی (مطبوعہ میرٹھ) ص ۲۳۱/۲۳۲ میں ہے:

''خمرہ۔ کھجور کے پتوں کی چٹائی۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری (مطبوعہ دہلی ۱۳۰۴ھ ج ا ص ۲۲۳) میں لکھا ہے:

''ابن بطال نے کہا ہے کہ جس پر نماز پڑھی جاتی ہے وہ اگر انسان کے قد بھر یا اس سے زیادہ ہو تو اسے حصیر کہیں گے اور اسے خمرہ نہ کہیں گے اور یہ دونوں چیزیں کھجور کی چھال وغیرہ سے بنائی جاتی ہیں۔''

مزید تشریح کے لیے بعض اہلِ لغت نے شیعوں کے عمل کا حوالہ دینے کی ضرورت

محسوس کی ہے چنانچہ علامہ محمد طاہر حنفی گجراتی مجمع بحار الانوار "الخا مع المیم" (ص ۳۲۷ مطبوعہ نول کشور) میں لکھتے ہیں:

"خمرہ وہ چیز ہے جس پر سجدہ کرنے میں اب شیعوں کا عمل ہے۔"

تلخیص الصحاح (ص ۱۸) میں ہے:

"خمرہ چھوٹی چٹائی ہے کھجور کی چھال وغیرہ کی ہتھیلی بھر اور یہ وہی ہے جسے اب شیعہ سجدہ کے لیے مخصوص قرار دیتے ہیں۔"

دونوں عبارتوں میں "اب" کا مطلب یہ ہے کہ خمرہ کا تذکرہ متفق علیہ احادیث میں ہے مگر عمل اس پر اب صرف شیعوں کا ہے۔

احادیثِ امامیہ میں خُمرہ کا تذکرہ

یہ امر کہ خمرہ جس کا احادیث اہل سنت میں ذکر ہے اسی قسم کی چیز ہے جس کو شیعہ سجدہ گاہ کے طور پر استعمال کرنا درست سمجھتے ہیں، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی احادیث میں بھی "سجدہ گاہ" کا ذکر خمرہ کے نام سے موجود ہے۔ چنانچہ حمران بن اعین کی روایت ہے:

(امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ) دونوں میں سے ایک کی روایت ہے کہ میرے والد بزرگوار عموماً قالین پر خمرہ رکھ کر نماز پڑھتے تھے اور اس پر سجدہ کرتے تھے اور جب خمرہ موجود نہ ہوتا تو کچھ سنگریزے قالین پر بچھا لیتے تھے اس جگہ جہاں سجدہ کریں۔"

اس حدیث کو کلینیؒ نے فروع کافی (ص ۱۹۶) میں اور شیخ طوسیؒ نے استبصار (ج ۱ ص ۱۷۰) میں درج فرمایا ہے۔ شیخ طوسی نے اس باب کا جو عنوان قرار دیا ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خمرہ ایسی چیز ہے جس پر صرف پیشانی رکھی جاتی ہے۔ چنانچہ اس عنوان کے الفاظ یہ ہیں

"باب ایسے شئے پر سجدہ کے بیان میں جس پر باقی جسم نہیں ہے۔"

دوسری حدیث حلبی میں ہے:

"امام جعفر صادقؑ کا بیان ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے خمرہ طلب فرمایا۔ مجھے

لانے میں دیر ہوئی تو آپ نے ایک مٹھی سنگریزے اٹھا کر انہیں فرش پر پھیلا دیا۔ پھر سجدہ فرمایا۔"

اسے بھی کلینیؒ نے فروعِ کافی (ص ۱۹۵) میں درج فرمایا ہے۔ تیسری حدیث جو پہلے آچکی ہے اس میں ہے:

"ہمارے ایک ساتھی نے امام محمد باقرؑ کے پاس خط لکھا جس میں پوچھا تھا کہ اس خمرہ پر نماز کے متعلق جو مدینہ میں عام طور سے ملا کرتی ہے۔"

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خمرہ کا رواج اس وقت عام طور پر اتنا تھا کہ بازار میں عام طور پر اسے ہدیہ کیا جاتا تھا۔

پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل

علاوہ خمرہ کے جناب رسالت مآبؐ کے سجدہ سے متعلق جو جو چیزیں وارد ہوئی ہیں۔ وہ شیعی فقہ کے معیار سے بالکل مطابقت رکھتی ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری (جلد اول ص ۱۴) باب من لم یمسح جبھتہ وصلیٰ میں ہے:

"ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ میں نے پیغمبر خداؐ کو دیکھا کہ آپ نے گیلی مٹی پر سجدہ فرمایا اور اس گیلی مٹی کا نشان میں نے آپ کی پیشانی پر محسوس کیا۔"

سنن دارمی (مطبوعہ مطبع نظامی کانپور) کتاب الصلوٰۃ (ص ۱۶۶) میں ہے۔

"انس کی روایت ہے کہ حضرت پیغمبرِ خداؐ نے چٹائی پر نماز پڑھی۔"

یہ حدیث جامع ترمذی (مطبوعہ دہلی ۱۲۶۵ھ ص ۶۳) میں ابو سعید خدری سے نقل ہوئی ہے اور اس کے درج کرنے کے بعد لکھا ہے:

"اس بارے میں انس اور مغیرہ بن شعبہ سے بھی روایتیں ہیں۔ ابو عیسیٰ ترمذی کہتے ہیں کہ ابو سعید کی حدیث حسن ہے اور اکثر اہلِ علم کا اس پر عمل ہے۔"

کنز العمال ملا علی متقی (مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد ج ۴ ص ۲۱۲) میں ہے:

"جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ (زمین پر نماز پڑھتے وقت) میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسولؐ نے (زمین پر پیشانی کے رکھنے میں) کسی شے کو درمیان میں رکھا ہو یعنی سجدہ میں۔"

مسلم نے اگرچہ عنوان قائم کیا ہے۔ ''باب جواز الجماعت فی النافلہ والصلوٰۃ علی حصیر وخمرہ وثوب وغیرہا من الطاہرات'' یعنی اس میں ان چیزوں کے اندر جن پر سجدہ ہوسکتا ہے کپڑے کو بھی داخل کردیا۔ مگر اس باب میں جو حدیثیں نقل کی ہیں یہ سب ان چیزوں سے متعلق ہیں جو فقۂ اہلِ بیتؑ کی رو سے مایصح للصلوٰۃ ہیں۔ چنانچہ علاوہ خمرہ کے جس کے متعلق حدیث اوپر درج ہوئی اور حسب ذیل حدیثیں ہیں:

''انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ ان کی دادی ملیکہ نے پیغمبر خداؐ کو کھانے پر مدعو کیا جو آپ کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ حضرت نے نوش فرمایا۔ پھر فرمایا۔ اٹھو تو میں تم لوگوں کو نماز بجماعت پڑھادوں۔ انس کا بیان ہے کہ میں نے ایک چٹائی جو ہمارے یہاں تھی اٹھائی جو کثرت استعمال سے سیاہ ہوگئی تھی۔ میں نے اسے پانی سے دھویا پھر پیغمبرِ خداؐ اس پر کھڑے ہوئے، میں اور یتیم ان کے پیچھے صف بنا کر کھڑے ہوئے اور بڑھیا (دادی) ہمارے پیچھے۔ پیغمبر خداؐ نے دو رکعت ہمارے ساتھ بجماعت پڑھیں۔ پھر نماز تمام کی۔''

اس حدیث یا اور حدیثوں کے بعض جزئیات قابلِ بحث ہوسکتے ہیں۔ مثلاً یہ نماز کون سی تھی؟ جو بجماعت ادا ہوئی۔ ممکن ہے وہ کھانا رات کا ہو۔ اور پیغمبر خداؐ نے شب کو وہیں قیام فرمایا ہو اور پھر صبح کی نماز اس طرح ادا ہوئی ہو مگر راوی نے واقعہ کی بعض کڑیاں اپنے بیان میں نظرانداز کردیں۔

ان پہلوؤں سے قطع نظر کرکے دکھلانا یہ ہے کہ یہ نماز اس اہتمام کے ساتھ چٹائی پر ادا ہوئی۔

''انس بن مالک کی روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت پیغمبر خدا دنیا میں سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے۔ اکثر نماز کا وقت آتا تھا جب آپ ہمارے مکان میں ہوتے تھے تو حضرت حکم دیتے تھے اس بچھونے کے لیے جس پر تشریف فرما ہوتے تھے تو اسے صاف کیا جاتا تھا۔ پھر پانی سے طاہر کیا جاتا تھا۔ پھر حضرت نماز پڑھاتے تھے اور ہم لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بچھونا کھجور کی چھال کا تھا۔''

آخری الفاظ دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ امر مسلم حیثیت رکھتا ہے کہ ہر بچھونے پر سجدہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ بچھونے کا لفظ کہنے کے بعد دفع دخل کی ضرورت محسوس ہوئی اور راوی نے یہ تشریح کردی کہ وہ بچھونا ایسا تھا جس پر سجدہ صحیح ہے۔

جامع ترمذی (طکانپور ج ۱ ص ۵۳۰) میں ہے :

''اس بارے میں ابن عباس سے بھی روایت وارد ہوئی ہے۔ ابوعیسیٰ (ترمذی) کہتے ہیں کہ انس کی حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہلِ علم کے یہاں اصحابِ رسولؐ میں اور ان کے بعد والوں میں اس پر عمل ہے۔

''ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ وہ حضرت پیغمبر خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ایک چٹائی پر نماز پڑھ رہے ہیں اور اسی پر سجدہ فرماتے ہیں۔''

جامع ترمذی (ج ۱ ص ۵۳۔۵۴) میں ہے:

''معاذ بن جبل کی روایت ہے کہ حضرت پیغمبر خداؐ نماز کو باغوں میں پسند فرماتے ہیں۔''

ظاہر ہے کہ باغوں میں یا خالی زمین ہوگی یا اس پر سبزہ ہوگا تو وہ بھی نباتات میں داخل ہے۔

زمین یا خاک سب سے افضل ہے

صحت نماز کے اعتبار سے جیسا کہ شیعہ اور سنّی دونوں کے احادیث سے ثابت ہوا نباتات پر بھی سجدہ بلاشبہ درست ہے مگر یہ بھی متفقہ طور پر ثابت ہے کہ اصل زمین یا خاک کا درجہ سب سے مقدم ہے۔ چنانچہ یہ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا:۔

''میرے لیے زمین محل سجدہ قرار دی گئی ہے اور مطہر بنائی گئی ہے۔''

ترمذی نے بھی اس حدیث کو درج کیا ہے (ط دہلی ۱۲۶۵ھ ص ۶۰)

علامہ شوکانی نے نیل الاوطار (ج ۲ صفحہ ۱۰) میں لکھا ہے:

''اس حدیث سے ہادی نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ زمین کے علاوہ کسی چیز پر سجدہ کرنا مکروہ ہے۔''

اب طہارت جو زمین سے حاصل ہوتی ہے وہ بلاشبہ تیمّم کی صورت میں اور تیمّم میں یہ یقینی ہے کہ زمین سے مراد خاک یا بلاواسطہ جسے زمین کہہ سکتے ہیں وہی ہے یعنی زمین پر فرش بچھا ہوا ہو تو اس پر تیمّم نہیں ہوسکتا لہٰذا محلِ مسجد بھی جسے کہا گیا ہے وہ زمین ہی ہے نہ یہ کہ زمین پر کوئی چیز بھی رکھ دی جائے تو اس پر سجدہ صحیح ہو۔

اس کے علاوہ حسب ذیل احادیث ملاحظہ ہوں :

کنز العمال ملا علی متقی (ج ۲ ص ۹۹) میں ترمذی کے حوالہ سے جناب ام سلمہ کی روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا :اٹھو اپنے چہرہ کو خاک آلودہ کرو۔

''دوسری روایت جو نسائی اور مستدرک حاکم دونوں سے ہے یہ ہے کہ:

''اے رباح اپنے چہرہ کو خاک آلود کرو۔''

پھر طبرانی کی جامع صغیر کے حوالہ سے جناب سلمان کی روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:

''زمین سے خاک آلود ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ بڑی مشفق و مہربان ہے۔''

مسند امام احمد کے حوالہ سے یہ الفاظ ہیں:

''خوشنودی خدا کے لیے اپنے چہرہ کو خاک آلود کرو۔''

نیز مسند عبدالرزاق کے حوالہ سے خالدالحذا کی روایت مرسلہ میں ہے ترب وجهك۔ بیہقی کی کتاب شعب الایمان میں ام المومنین عائشہ کی روایت ہے جس میں سجدہ کی دعا وارد ہوئی ہے جس کا آغاز یہ ہے ۔اس ذیل میں یہ جملے قابلِ غور ہیں:

''میں اپنے چہرے کو خاک میں آغشتہ کرتا ہوں اپنے مالک کے لیے اور میرے مالک کا یہ حق ہے کہ اسے سجدہ کیا جائے۔''

اس سے ظاہر ہے کہ سجدہ کی مثالی شکل یہی ہے کہ چہرہ خاک میں آغشتہ ہو۔

اسی کنز العمال (ص ۲۱۲) میں ابونعیم کے حوالہ سے جناب ام سلمہ کی روایت اس

طرح ہے:

''انہوں نے بیان کیا کہ حضرت پیغمبر خداؐ نے ہمارے ایک غلام کو جسے افلح کہا جاتا تھا ملاحظہ فرمایا کہ وہ جب سجدہ کرتا ہے تو پھونکتا ہے (تاکہ خاک کے ذرے منتشر ہو جائیں) آپ نے فرمایا' اے افلح اپنے چہرے کو خاک آلود ہونے دو۔''

پھر انہی سے اس طرح روایت ہے :

''طلحہ بن عبداللہ کے غلام ابوصالح کی روایت ہے کہ میں جناب ام سلمہ زوجہ پیغمبرؐ کے یہاں موجود تھا کہ ان کا ایک عزیز آ کر نماز پڑھنے لگا تو جب سجدہ میں گیا تو اس نے پھونک کر خاک کو ہٹایا تو انہوں نے کہا ایسا نہ کرو' اس لیے کہ رسول خداؐ ہمارے ایک حبشی غلام سے فرمایا کرتے تھے' اے رباح اپنے چہرہ کو خاک آلودہ کیا کرو۔''

یہاں تک کہ زمین کے سخت گرم ہونے کی حالت میں بھی حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین پر کچھ بچھانے کی اجازت نہیں دی۔ جیسا کہ المہذب فی فقہ مذہب الامام الشافعی مصنفہ ابواسحٰق شیرازی ابراہیم بن علی ابن یوسف فیروز آبادی (متوفی ۴۷۶ھ) (مطبوعہ مصر' ج ا ص ۷۵) میں ہے :

پیشانی زمین پر رکھ کر سجدہ واجب ہے بنابر روایت عبداللہ بن عمرؓ کہ حضرت پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنی پیشانی زمین پر سکون کے ساتھ رکھو اور کوے کی طرح سے ٹھونگیں نہ مارا کرو۔''

پھر لکھا ہے:

''اگر کسی ایسے شئے پر سجدہ کرے جو پیشانی اور زمین کے درمیان حائل ہو تو کافی نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ حباب بن ارث سے روایت کی ہے کہ ہم نے رسولِ خداؐ سے شکایت کی زمین کی تپش کی جس سے ہماری پیشانیوں اور ہاتھوں کو گرمی سے اذیت ہوتی تھی' تو حضرتؐ نے ہماری شکایت کو دور کرنے کی کوئی صورت نہیں کی۔''

نہایۃ المحتاج الیٰ شرح المنہاج فی الفقہ علیٰ مذہب الامام الشافعی مصنفہ شمس الدین محمد

بن شہاب الدین احمد الرملی (ج ۱ص ۳۷۹۔۳۸۰) میں ہے:

''حباب بن ارت کی روایت ہے کہ ہم نے رسول خداؐ سے شکایت کی ریگ کی تپش کی جو ہماری پیشانیوں اور ہاتھوں کو محسوس ہوتی تھی تو آپ نے ہماری شکایت دور نہیں فرمائی۔''

''تو اگر بلاواسطہ زمین سے متصل ہونا پیشانی کا ضروری نہ ہوتا تو آپ یہ طریقہ بتاتے کہ کپڑا وغیرہ پیشانی کے نیچے رکھ لو۔''

اسی بنا پر صحابہ و تابعین وغیرہ متعدد حضرات کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ وہ زمین پر سجدہ کے پابند تھے اور کسی دوسری چیز پر سجدہ کو پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ نیل الاوطار شوکانی (ج ۲ص ۱۲) میں عبداللہ ابن مسعود کے بارے میں ہے کہ:

''وہ سوا زمین کے کسی چیز پر نماز نہیں پڑھتے تھے اور سجدہ نہیں کرتے تھے۔''

کنز العمال (ج ۴ مطبوعہ حیدر آباد دکن ص ۲۱۱) میں جامع عبدالرزاق کے حوالہ سے درج کیا ہے:

''عبدالکریم بن ابی امیہ کا بیان ہے کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سجدہ کرتے تھے یا نماز پڑھتے تھے تو زمین پر اور پیشانی کو زمین تک پہنچاتے تھے۔''

جامع ترمذی (مطبوعہ دہلی ص ۶۳) میں چٹائی پر نماز پڑھنے کے حکم کے بعد لکھا ہے:

''اکثر اہلِ علم کا عمل اس پر ہے مگر اہلِ علم کی ایک جماعت نے زمین پر نماز کو مستحب طور پر اختیار کیا ہے۔''

نیل الاوطار شوکانی (ج ۲ صف ۱۰) میں ہے:

''عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ وہ زمین کے علاوہ کسی بھی چیز پر سجدہ کرنا پسند نہ کرتے تھے اور ہادی اور امام مالک بھی کراہت کے قائل ہیں۔''

پھر ص ۱۲ پر ہے:

''ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ وہ نماز چٹائی پر پڑھتے تھے اور سجدہ زمین پر کرتے تھے۔''

فتح الباری (ج ا ص ۲۴۳) میں ہے:

''امام مالک کا قول تھا کہ میرے نزدیک قالین وغیرہ پر کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں جب کہ پیشانی اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے۔''

موطا امام مالک (مطبوعہ مطبع مصطفائی ۱۲۹۷ھ ص ۱۰۵) باب السنّت فی السجود میں ہے:

''عبداللہ بن عمر کے متعلق روایت ہے کہ وہ جب سجدہ کرتے تھے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اسی شے پر رکھتے تھے جس پر پیشانی رکھتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے انہیں شدید سردی میں دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ اپنی چادر سے نکالتے ہیں، یہاں تک کہ انہیں سنگریزوں پر رکھیں۔''

نقطۂ افتراق اور منشاء اختلاف

اب تک شیعی اور سنّی نقطہ نظر فقہی حیثیت سے بالکل متفق معلوم ہوتا ہے۔ بس اختلاف جو نظر آتا ہے وہ کچھ فقہائے اہل سنت کے اس فتوے سے کہ قالین یا لباس وغیرہ پر سجدہ جائز ہے مگر جب اس کے ماخذ پر غور کیا جاتا ہے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ جہاں اس کی اجازت وارد ہوئی ہے وہ اضطراری صورت سے تعلق رکھتی ہے اس لیے اس پر عام عملدرآمد کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

حافظ محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنی صحیح میں اس باب کا عنوان ہی قرار دیا ہے:

باب السجود علی الثوب فی شدت الحر ''باب سجدہ بر لباس در صورت شدتِ گرما''

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری (مطبوعہ دہلی ۱۳۰۴ھ جلد اول ص ۲۴۵) میں اسکی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ اصل حکم بلا واسطہ زمین پر سجدہ کرنے کا ہے کیونکہ کپڑے کے پھیلانے کو مشروط کیا گیا ہے عدم قدرت کے ساتھ۔''

کنز العمال (جلد ۴ ص ۱۳۰) مسند انس میں ہے:

''ہم لوگ رسول خداؐ کے ساتھ سخت گرمی میں نماز پڑھتے تھے۔ جب ہم میں سے

کوئی زمین پر اپنا منہ رکھنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا تو اپنا کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا تھا۔"

اس حدیث کو بحر الرائق شرح کنز الدقائق مصنفہ شیخ زین الدین المشہور بابن نجیم (مطبوعہ مصر، ج ۱ ص ۳۳۷) میں اس طرح نقل کیا ہے:

"بخاری و مسلم دونوں کی حدیث ہے کہ ہم رسول کے ساتھ سخت گرمی میں نماز پڑھتے تھے تو جب ہم میں سے کوئی اپنی پیشانی زمین پر ٹکانے کی قدرت اپنے میں محسوس نہیں کرتا تھا تو کپڑا بچھا لیتا تھا اور اس پر سجدہ کرتا تھا۔"

اسی بنا پر کنز العمال (ج ۴ ص ۲۱۲) میں ابن ابی شیبہ اور بیہقی کی جمع الجوامع کے حوالہ سے درج ہے :

"حضرت عمر نے کہا کہ جب تم میں سے کوئی ایک گرمی سے اذیت محسوس کرے تو اپنے لباس کے گوشہ پر سجدہ کرے۔"

دوسری روایت میں آپ کا یہ قول ہے کہ:

"جب گرمی یا سردی سے تم میں کا کوئی بالکل مجبور ہو تب اپنے کپڑے پر سجدہ کرے۔"

یہ امر بھی خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے کہ جیسا پہلے جناب حباب بن الارت کی روایت میں آ چکا ہے کہ جب صحابہ نے رسولؐ سے زمین کے تپنے کے اذیت بیان کی تو حضرت نے اس حالت میں بھی کپڑے پر سجدہ کی اجازت نہیں دی تھی اور ان روایات میں جو درج ہے وہ خود صحابہ کا عمل ہے کہ جب ممکن نہیں ہوتا تھا گرمی کی تپش سے زمین پر پیشانی کا رکھنا تو ہم کپڑا بچھا لیا کرتے تھے۔ اس سے بھی یہ ظاہر ہے کہ جہاں تک ممکن ہو انسان کو کپڑے پر سجدہ نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ علامہ شیخ منصور علی ناصف غایۃ المامول فی شرح التاج الجامع الاصول (ج ۱ ص ۲۰) میں لکھتے ہیں :

"ایک روایت میں ہے کہ جب ہم میں سے کوئی ایک قدرت نہیں رکھتا تھا کہ اپنی پیشانی زمین پر رکھے تو اپنا کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا تھا لہٰذا نماز کے لیے اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے، سوائے اضطراری حالت کے اور یہی قول شافعی کا ہے، جس طرح پیشانی پر کوئی چیز ہو تو وہ اسے ہٹانا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔"

چٹائی کے علاوہ کسی اور طرح کے فرش پر سجدہ کرنے کا جو ماخذ سمجھا گیا ہے وہ بھی ایک غلط فہمی کی حیثیت رکھتا ہے جس پر علامہ نراقی نے روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ علامہ شوکانی نیل الاوطار (ج ۲ ص ۱۱) میں لکھتے ہیں :

''عراقی نے شرح ترمذی میں کہا ہے کہ مصنف یعنی ترمذی نے اس کی اس حدیث میں جو فرش پر سجدہ کے بارے میں ہے اور اس حدیث میں جو چٹائی پر سجدہ کے بارے میں ہے تفرقہ کر دیا ہے اور دونوں کا الگ الگ باب قرار دیا ہے۔ حالانکہ ابن ابی شیبہ نے اپنے سنن میں جو حدیث درج کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرش سے مراد بھی چٹائی ہی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت ہمارے فرش پر نماز پڑھتے تھے اور وہ ایک چٹائی تھی جسے ہم لوگ پانی سے غوطہ کر لیتے تھے۔ عراقی کہتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہوا کہ انس کی مراد فرش کے لفظ سے بھی چٹائی ہی ہے اور بلاشبہ چٹائی پر فرش کا لفظ صادق آتا ہے اس لیے کہ وہ بھی زمین پر بچھائی جاتی ہے۔''

امام شافعی کا یہ مسلک کہ وہ کپڑے پر سجدہ جائز نہیں سمجھتے سب ہی نے نقل کیا ہے۔ یعنی شرح کنزالدقائق (ج ا طبع لکھنو ص ۸۲) میں یہ لکھنے کے بعد کہ عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا مکروہ ہے۔ لکھا ہے:

''شافعی کا قول ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ اپنی پیشانی زمین پر ٹھہراؤ۔ اسی طرح اگر کپڑے کے فاضل حصہ پر سجدہ کرے تو اس میں بھی اختلاف ہے۔''

مقتضائے احتیاط

مذکورہ بالا نصوص اور کلمات علمائے امت سے ثابت ہو گیا کہ زمین یا چٹائی وغیرہ ان اشیاء پر جو نباتات سے بنی ہوئی ہوں سجدہ باجماع امت صحیح و درست بلکہ افضل ہے۔ لیکن لباس یا کسی دوسری نوعیت کے فرش پر جو نباتات سے بنا ہوا نہ ہو سجدہ کرنا فقہٴ اہل بیت علیہم السلام کے لحاظ سے تو قطعاً ناجائز اور باطل ہے اور ائمہ فقہ اہل سنت میں سے بھی امام شافعی کے نزدیک ناجائز ہے اور جن کے نزدیک ناجائز نہیں' ان کے خیال میں بھی مرجوح ضرور ہے۔

اب اصولِ فقہ کے لحاظ سے دیکھا جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ زمین یا چٹائی پر سجدہ کرنے

میں برأت ذمہ قطعی طور پر ہے اور اس کے خلاف کسی چیز پر سجدہ کرنے میں برأت ذمہ کا یقین نہیں کیا جاسکتا لہٰذا جو لوگ قطعی طور پر اسے باطل نہیں بھی سمجھ سکتے ان کے لحاظ سے بھی کم از کم مقتضائے احتیاط وہی ہے جس پر فقہ جعفری کے پیروؤں کا عمل ہے۔

عملی اختلاف کیوں؟

گزشتہ بیانات سے معلوم ہوا کہ نظری حیثیت سے اس مسئلہ میں شیعہ سنّی کا چنداں اختلاف نہیں ہے لیکن بدنصیبی سے مسلمانوں کے درمیان بہت سی باتوں میں آپس کی منافرت نے عملی افتراق کی خلیج کو وسعت دے دی۔ چنانچہ عوام نے بہت سی باتوں کو جنہیں دیکھا کہ دوسرا فرقہ اس کا زیادہ پابند ہے اپنی انفرادیت اور امتیاز کی خاطر ترک کردیا۔ جیسے عام اہل سنت نے صلوٰۃ علی الآل اور نماز میں سورۂ حمد کے ساتھ بسم اللہ پڑھنے کو شیعوں سے اپنی علیحدگی ثابت کرنے کے لیے چھوڑ دیا جس کی تصریح علمائے جمہور کے اقوال میں ملتی ہے اور شیعوں نے اوقاتِ فضیلت میں علیحدہ علیحدہ نماز پنجگانہ پڑھنے کو ترک کردیا جبکہ علمائے شیعہ کے کتب میں الگ الگ اوقات درج ہوتے ہیں ویسے ہی اہلسنت عوام نے یہ سمجھ لیا کہ سجدہ کے لیے خاک وغیرہ کا اہتمام شیعوں کا شعارِ خاص ہے لہٰذا ہم کو اس سے الگ رہنا چاہئے اور علماء نے بھی اس سے پرہیز شروع کردیا۔ اس اندیشہ میں کہ عوام ہم پر تشیّع کا الزام عائد کردیں گے۔ اس کے لیے آخر کلام میں ہندوستان کے مشہور اہلِ حدیث عالم جناب وحید الزمان صاحب حیدرآبادی کا اقتباس درج کیا جاتا ہے جس کے بعد نقابِ خفا کا کوئی تار باقی نہیں رہتا وہ اپنی کتاب انوار اللغۃ پارۂ ہفتم (ص ۸۱۸) میں تحریر فرماتے ہیں:

"ناولینی الخمرۃ من المسجد" "ذرا مسجد میں سے سجدہ گاہ مجھ کو اٹھا دے۔"

یہ آنحضرتؐ نے بی بی ام سلمہؓ سے فرمایا۔ وہ حیض کی حالت میں تھیں۔ خمرہ وہ چھوٹا ٹکڑا بوریے کا یا کھجور کے پتوں سے بنا ہوا جس پر سجدہ میں آدمی کا سر فقط آسکتا ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ چوہے نے چراغ کی بتی کھینچ کر آنحضرتؐ کے اس خمرہ پر ڈال دی جس پر آپ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک درہم برابر وہ جل گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خمرہ بڑے کو بھی

کہتے ہیں۔ابن اثیر نے شرح جامع الاصول میں کہا کہ خمرہ سجدہ گاہ ہے جس پر ہمارے زمانہ میں شیعہ سجدہ کیا کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اس حدیث سے سجدہ گاہ رکھنا مسنون ٹھہرا اور جن لوگوں نے اس سے منع کیا ہے اور رافضیوں کا طریق قرار دیا ہے ان کا قول صحیح نہیں ہے۔ میں تو کبھی کبھی اتباعِ سنت کے لیے پنکھا جو بوریے سے بنا ہوتا ہے بجائے سجدہ گاہ کے رکھ کر اس پر سجدہ کرتا ہوں اور جاہلوں کے طعن و تشنیع کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ ہمیں سنتِ رسول اللہؐ سے غرض ہے، کوئی رافضی کہے یا خارجی، بڑا بکا کرے۔"

جبکہ اس وقت عام رجحان یہ ہے کہ مسلمانوں کی آپس کی خلیج جہاں تک ممکن ہو کم کرنا چاہئے اور اس کے لیے مصر میں ادارۃ التقریب الفرق الاسلامیہ قائم ہوا ہے تو ایسی حقیقتوں کا نمایاں کرنا علماء کا بہت بڑا فریضہ ہے تا کہ غلط تو ہمات کی بنا پر جو بلا وجہ کے اختلافات پیدا ہوئے ہیں ان کا استیصال ہو جائے۔

و ما ارید الا صلاح ما استطعت و ما توفیقی الا باللہ
علیه توکلت و الیه انیب۔